49

احکام الٰہی افضال الٰہی ہیں

(فرمودہ ۵ر مئی ۱۹۲۲ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ اور آیہ شریفہ **یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم** (البقرۃ۱۸۴) کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
میں نے نزلہ کی تکلیف کے باعث ایک ہی آیت پڑھی ہے۔ اور مختصر طور پر اسی کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے پچھلے جمعہ بیان کیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل ہے کہ وہ کمزور انسان کی مدد کے لئے بولتا اور اس کی ترقی کے لئے آپ دروازہ کھولتا ہے یہ انسان کا حق نہیں تھا کہ اس کے لئے ایسا کیا جاتا۔ پرندوں کو یہ طاقتیں نہیں دی گئیں۔ انکو یہ دماغی قوتیں نہیں ملیں مگر خدا ظالم نہیں۔ پھر حیوانات سے بھی کم قوت رکھنے والی چیزیں ہیں ان میں کوئی حرکت نہیں۔ جانور بھاگ سکتے ہیں۔ مگر درخت بھاگ نہیں سکتے۔ گائے ایک آواز نکالتی ہے۔ مگر ایک گیہوں یا مکی کا پودا آم یا توت کا درخت اپنی جگہ سے نہ ہل سکتا ہے نہ آواز نکال سکتا ہے۔ گرمی سردی کے احساس کے اظہار کے لئے درخت کوئی آواز نہیں نکال سکتے۔ ان کو یہ طاقتیں نہیں دی گئیں مگر خدا اس کے باعث ظالم نہیں تو اگر وہ انسان میں بھی اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی طاقت نہ رکھتا تو ظالم نہ کہلاتا کیونکہ انسان اس کی مخلوق ہے۔ پس اس کا انسان کو یہ طاقتیں دینا اس کا فضل ہے۔ اور ان طاقتوں کے استعمال کے ذرائع بتانا اس کے فضلوں میں سے ہے۔ وہ مبارک ساعت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے اس کو ہدایت نامہ ملتا ہے۔

خداتعالیٰ کے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا نہیں کہ اس کے ماننے والوں کو اس کے ماننے پر انتہائی خوشی نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر شریعت لعنت ہوتی۔ تو نبی سب سے زیادہ حقیر سمجھے جاتے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے ذلیل ظالم ہوتا ہے اور ظالم سے کوئی محبت کرنا نہیں چاہتا۔ کیا وجہ ہے کہ ماننے والے لوگ انبیاء کو جو شریعت لانے والے ہوتے ہیں۔ اپنا انتہائی محبوب سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان

کے ساتھ مل بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ اور ایک چھت کے نیچے جمع ہونا نہیں چاہتے۔ جب انبیاء کو شناخت کر لیتے ہیں تو ان پر اپنی جان تک دے دیتے ہیں دنیا میں ان کو ایک ہی چیز محبوب اور پیاری ہوتی ہے کہ وہ ان کے راستہ میں اپنی جان مال عزت سب دے دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں اکثر مخالف اور چند ماننے والے تھے۔ مگر تمام عرب کے لوگ جنہوں نے آپ کو مانا وہ آپ کو اپنی ہر ایک چیز سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اگر شریعت لعنت ہوتی تو اس کے لانے والے دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتے مگر برعکس معاملہ یہ ہوتا ہے کہ شریعت لانے والوں پر جان تک قربان کرنے سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ حضرت عمرو بن العاص نے بیس سال تک شدید مخالفت کی۔ وہ معمولی قسم کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ ایسے شدید مخالف تھے کہ خود کہتے جب میں مخالف تھا تو بوجہ انتہائی نفرت کے میں رسول کریمؐ کی شکل نہ دیکھ سکتا تھا۔ اور آپ کے ساتھ ایک مکان میں اکٹھا ہونا پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن پھر جب آپ کی شناخت نصیب ہوئی تو کہتے ہیں کہ آپ میری نگاہ میں اس قدر محبوب ہو گئے کہ میں بوجہ محبت کے رعب کے آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ اور اب اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کیا تھا تو میں نہیں بتا سکتا کہ ایک زمانہ میں نفرت کے باعث نہ دیکھ سکے۔ اور دوسرے زمانہ میں رعب محبت کے باعث نہ دیکھ سکے۔[۱]

غزوہ حنین میں مکہ کے بہت سے لوگ اسلامی مجاہدوں میں شامل ہو گئے تھے اور ان میں داخل ہونے والوں کی تعداد ۲ ہزار تھی یہ لوگ صحابہ سے آگے آگے چلے اس خیال سے کہ مسلمانوں کو محسوس کرائیں کہ ہم خدمت اسلام میں پیچھے نہیں۔ کفار نے مقابلہ کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک تنگ راستہ پر دائیں بائیں چند تیرانداز کھڑے کر دئے انہوں نے جب تیراندازی شروع کی تو وہ ۲ ہزار کے ۲ ہزار بھاگ پڑے۔ صحابہ حیران ہو گئے اور ان کے گھوڑے ڈر گئے اور وہ بھاگڑ پڑی کہ سوائے رسول کریمؐ اور چند صحابہ کے سب لوگ پراگندہ اور منتشر ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا گیا کہ آپ بھی پیچھے ہٹ جائیں جس وقت دس بارہ ہزار کا لشکر بھاگ رہا ہو اس وقت کیا حالت ہو گی ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم کدھر جا رہے تھے ہمیں معلوم تھا کہ نبی کریمؐ پیچھے ہیں ہمارے جانور اس تیزی اور زور سے بھاگ رہے تھے کہ ہم اپنے اونٹوں کی مہاریں اس زور سے کھینچتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے خون بہتا تھا اور اونٹ کی گردن کھینچ کر اس کی دم کے ساتھ لگ جاتی تھی۔ مگر جب ہم پھر مہار کو ڈھیلا کرتے تو پیچھے مڑنے کی بجائے اونٹ سیدھے بھاگتے تھے۔ ایسی حالت تھی اور اچانک جو بات پیدا ہو جائے اس میں یہی حالت ہوا کرتی ہے کیونکہ آدمی اس کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ اگر اس مجلس میں جس میں خطبہ جمعہ ہو رہا ہے کوئی شخص اٹھ کر شور

مچادے کہ سانپ آگیا یا یونہی اٹھ کر پیٹنا شروع کردے تو کئی لوگ بھاگ جائیں۔ کیونکہ بے دھیان بیٹھے ہیں صحابہ بھی اس وقت بے دھیان تھے اس وقت رسول کریمؐ نے حضرت عباسؓ سے کہ ان کی آواز بہت بلند تھی کہا کہ بلند آواز سے کہو اے انصار خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے بارہ ہزار کا لشکر بھاگ رہا ہے جانوروں کی خوف سے یہ حالت کہ روکنے سے رکتے نہیں اس وقت یہ آواز ایسی معلوم ہوئی کہ گویا اسرافیل صور بجا رہے ہیں۔ اس وقت یہ کیفیت ہوئی کہ ہم جانوروں کو موڑتے تھے اگر مڑتے تھے تو خیر ورنہ تلوار سے ان کی گردن کاٹ کر الگ کردیتے اور کود کر پیدل دوڑ پڑتے۔[۲]

یہ محبت اور اخلاص کیا اس شخص سے ہو سکتا ہے جس کے متعلق انسان کا یہ خیال ہو کہ وہ ظالم ہے اور جس کے متعلق سمجھتا ہو کہ میں جس طرح چاہتا تھا کھاتا پیتا تھا اس نے تحکم سے کہا جس طرح میں کہوں اس طرح کھانا پینا ہوگا (پھر بھی جو چاہتا تھا کھاتا پیتا تھا اس نے کہا نہیں میں جو کہوں گا وہ کھانا اور پینا ہوگا۔) میں اپنے مال کو جہاں چاہتا تھا خرچ کرتا تھا مگر اس نے کہا جہاں میں کہوں گا وہاں خرچ کرنا ہوگا کیونکہ میں خدا کا قائم مقام ہوں اس طرح میری حرمت چھن گئی کہا گیا کہ جو ہم کہیں گے وہی تم کو کرنا ہوگا میرا قانون وہ تھا جو میں بناتا تھا اس نے کہا نہیں میں تمہیں جو قانون دوں گا وہ دو قسم کا ہوگا۔ ایک تو وہ جو خود خدا نے تمہارے لئے مجھے دیا ہے اس پر عمل کرنا ہوگا اور دوسرا وہ جو خدا کے قانون سے نکال کر میں تمہیں دوں گا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ تجھے اپنے رشتہ داروں سے الگ ہونا ہوگا اور اپنے وطن کو چھوڑنا ہوگا۔ تیرا وطن وہ ہوگا جو میں تیرے لئے تجویز کروں گا۔ غیر ممالک میں خدمت دین کے لئے جانا ہوگا۔ اگر مسلمان نبی کریمؐ کے متعلق اس قسم کے خیالات کرتے اور ظلم کو آپ کی طرف منسوب کرتے تو آپ کے بلانے پر اس طرح آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ اگر وہ نمازیں پڑھنے۔ زکوٰۃ دینے۔ وطن چھوڑنے کو ہلاکت سمجھتے۔ جہاد فی سبیل اللہ کو تباہی جانتے اور ان احکام کو لعنت سمجھتے تو کبھی وہ ایسے جاں نثار نہ ہوتے بلکہ ان کا جاں نثار ہونا بتلاتا ہے کہ انہوں نے تجربہ کر لیا تھا کہ یہ احکام زحمت کے لئے نہیں۔ بلکہ سکھ کے لئے ہیں۔ اگر مشاہدہ کر کے اور اپنی عقلوں سے نہ سمجھ لیتے کہ ان نقصانات کے مقابلہ میں وہ فوائد زیادہ ہیں۔ اور ان فوائد کے مقابلہ میں ہماری تمام قربانیاں حقیر ہیں۔ تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو لعنت خیال کرتے۔

خدا کے احکام پر ہمارے پیشروؤں نے ہم سے پہلے عمل کر کے گواہی دی ہے کہ یہ احکام انسان کے دکھ کے لئے نہیں بلکہ عین راحت کے لئے ہیں۔ اور خدا کے ان فضلوں میں سے ہیں۔ جو انسان کی ترقی کے لئے ہیں۔ لیکن ہمیں اپنے اندرونے پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ آیا ہم ان احکام کو خوشی سے بجالاتے ہیں اور ہم ان احکام کی بجا آوری میں راحت خیال کرتے ہیں اور ہماری راحت ایسی ہی ہے

جیسی ان کی تھی۔ ہم میں شاذ و نادر ایسے ہیں جنہوں نے ورثہ میں یہ بات نہیں پائی کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں گے۔ جب ہم نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا اس وقت سے ہمارے کانوں میں یہ پڑ رہا ہے کہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرنا ہے۔ لیکن کیا ہم میں سے بہت سوں کی حالت یہی ہے۔ ہم پہلے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ہر تکلیف اور ہر ایک ذلت وہ اس راہ میں خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ اگر آج کسی شخص کو اطلاع ملے کہ اس کو سرکار دس مربع زمین دے گی تو وہ اس خوشی اور پھرتی سے نہیں اٹھے گا۔ جس خوشی اور پھرتی سے وہ لوگ اس خبر پر اٹھتے تھے۔ کہ ہمیں خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ کیا ہماری بھی یہی حالت ہے؟

احد کی جنگ میں ایک صحابی یہ اطمینان کر کے کہ فتح ہو چکی ہے آرام سے کھجوریں کھا رہے تھے۔ ان کو خبر ملی کی فتح شکست سے بدل گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ ان صحابی نے یہ سن کر کھجوریں پھینک دیں اور کہا کہ دیکھو میرے اور جنت کے درمیان یہی کھجوریں ہیں۔ یہ کہہ کر میدان میں پہنچے اور شہید ہو گئے۔۳۔ ان کے ان اعمال سے پتہ لگتا تھا کہ انہوں نے دیکھ لیا تھا۔ اور عقلوں سے سمجھ لیا تھا کہ ان احکام میں بہت فائدہ ہے۔ اگر ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس کے بدلہ میں خدا ہمیں دوست کر کے پکارتا ہے۔ خالق زمین و آسمان ہمیں دوست اور محبوب کہتا ہے اس کے مقابلہ میں جو قربانیاں ہیں وہ بالکل ادنیٰ ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آگ ہو اور جب اس میں کود پڑیں تو اندر باغ ہو۔ پس دنیا کی جو تکلیفات ان احکام پر عمل کرنے سے ہوتی ہیں وہ ترقیات کا موجب ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ **یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** میں نے پہلے تمہیں اس آیت کے یہ معنی بتائے تھے کہ اے لوگو ہم تم پر روزے فرض کرتے ہیں۔ اور اس میں تم پر کوئی ظلم نہیں کیونکہ تم سے پہلوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ مگر آج میں تمہیں یہ معنی بتاتا ہوں۔ کہ اے مومنو تم پر آج ہم روزے فرض کر کے ایک فضل کرتے ہیں۔ جو کہ پہلوں پر فرض کر کے ان پر فضل کیا گیا تھا۔ اور ہم اس فضل سے تم کو محروم رکھنا نہیں چاہتے جو یہ ہے کہ تم متقی ہو جاؤ چونکہ روزے تقویٰ کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے فضل ہیں۔ روزے کس رنگ میں تقویٰ کا موجب ہیں۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے۔ اب وقت نہیں اگلی دفعہ انشاء اللہ بیان کروں گا۔ اب اتنی توجہ دلاتا ہوں کہ احکام الٰہی فضل ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو احکام لانے والوں سے محبت نہ کی جاتی۔ ان لوگوں سے محبت کیا جانا بتاتا ہے کہ محبت کرنے والے اس میں فائدہ سمجھتے ہیں نادان ہے جو پہلوں کے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھائے ان باتوں کو

معمولی نہ سمجھو۔ بلکہ خوشی سے بجا لاؤ۔ پھر تم دیکھو گے کہ تمہاری قربانی تمہارے لئے موجب ہلاکت نہیں بلکہ ایک نعمت ہے۔ اور اس پر خوشی سے عمل کرو۔

(الفضل ۱۵ر مئی ۱۹۲۲ء)

۱۔ مہاجرین حصہ دوم مولفہ شاہ معین الدین ندوی ص ۱۵۲

۲۔ سیرت ابن ہشام القسم الثانی حالات غزوۂ حنین

۳۔ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد